# صادَقَین کی رباعیات -ایک مختصر جائزہ

ستیہ پال آنند

ABSTRACT:
Quatrain or Rubai is basically Persian genre. Persian poets have great contribution to evolve it. Rubai is also a very significant role in Urdu literature. In this article, Sadiqain's Rubai has been discussed and analyzed.

خطّاطی یا Calligraphy کسی بھی زبان میں تحریر کو حسین بنانے کا فن ہے۔ یہ دنیا کی سبھی زبانوں میں ابتدائے آفرینش سے موجود ہے، جس کی شہادت وہ میخی یا پیکانی تصاویر ہیں جو قدیم غاروں میں ملتی ہیں ۔ انسانی، حیوانی یا دیومالائی صورتوں سے مشابہت ان کا خصوصی عنصر ہوتے ہوئے بھی یہ معانی کی اس سرحد تک پہنچنے کا جتن کرتی ہیں جہاں سے ان کے تصویری معانی اخذ کرنے کا علم شروع ہوتا ہے۔ دنیا کے سب مذاہب میں ان کا چلن موجود رہا ہے۔

اگر خطّاطی کو اس کے اصلی فارمیٹ میں دیکھا جائے تو تصویر ی نقوش کی جگہ فن اقلیدس سے ماخوذ اشکالِ ریاضی اور ہندسوں کی شبیہوں پر مشتمل اجزا ہی کا دوسرا نام خطاطی ہے، لیکن خطاطی کی روح الاصل تو اس کا متن ہے ، اس لیے اس غلط فہمی میں رہنا فن کے تئیں گناہ کبیرہ سے کم نہیں کہ خطاطی اپنا جواب آ پ ہے یا خود میں ہی ایک مکمل آرٹ ہے۔ زاویہ بند قوسیں ، دائرے، سالم یا نصف یا چوتھائی کمان کے حصے بخرے، محرابیں ، سیدھی، خمیدہ یا نیم خمیدہ ---- متوازی یا غیر متوازی، ایک دوسرے میں ضم ہوتی ہوئی یا ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی مہین اور باریک سے لے کر ہر جسامت، ہر حجم اور ہر 'موٹائیthickness'پر مشتمل لکیریں یہی خطاطی ہےیہ خطاطی صفحہ قرطاس پر کی جا سکتی ہے، دیواروں اوراندرون خانہ چھت پر بھی اور فن عمارت سازی کے ایک معاون و ممد حلیف کی طرح اس کے دیگر اجزائے ترکیبی پر بھی۔ ہر دور میں ان مخطّط تصویری مفاہیم کا محور و مرکز مساجد، گرجا گھر، تبلیغی عمارتیں ، مقبرے، محل، منارے، قلعے اور صناعی کے دیگر عمارتی نمونے ہیں ۔

صادقین کے فن خطاطی کے حوالے سے عموماً اور اس مجموعہ ٔ رباعیات کے حوالے سے خصوصاً راقم الحروف کے اس بیان میں کہ ''خطاطی کی روح الاصل اس کا متن ہے'' ایک اور راز بھی پنہاں ہےجس کی طرف واضح اشارے اس ضخیم اور مصور مجموعۂ رباعیات کے مرتب جناب سید سلطان احمد نقوی نے اپنے دیباچے بعنوان ''عرضِ مرتب'' میں کیے ہیں ۔

''----اس موقع پرا نہوں نے رباعیات کے حوالے سے کئی درجن چھوٹی بڑی تصویریں بنائی تھیں جن کی آرٹ کونسل میں نمائش ہوئی تھی۔ اس موقع کی انفرادیت یہ بھی تھی کہ رباعی اور تصویرکے موضوع کی مناسبت سے مختلف طریقوں سے منظر کشی بھی کی گئی تھی۔ وضاحت کے طور پر یہ

بھی عرض کرتا چلوں کہ اگرفسطائیت کے متعلق تصویر ہے تو علامت کے طور پر ارد گرد خار دار تار وغیرہ لگا دیے گئے یا اگر دارو رسن کا تذکرہ ہے تو علامتی تختۂ دار بنا دیا۔ '' (ص۔ٹ (
)الف(

رباعی ایک مشکل صنفِ سخن ہے۔ اساتذہ کہتے ہیں کہ اس کا مشکل ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اگر مشقِ سخن سے اسے صیقل کر لیا جائے تو سامعین تک خصوصاً اور قارئین تک عموماً اس کی رسائی اس شد و مد سے ہوتی ہے کہ کوئی بھی دیگر صنف سخن اس کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی۔

رباعی کے اٹھارہ اوزان تسلیم کیے گئے ہیں ۔ لیکن سبھی اوزان اردو میں قابلِ استعمال ہونے کے باوجود وہ غنائی شان و شوکت، طنطنہ اور زبان سے بے ساختہ ادا ہونے کی اُس کیفیت کے حامل نہیں ہیں جو اِس وزن میں ہے جسے عرفِ عام میں 'لاحول ولا قوۃ اّلا بِلّا ' سے تقطیع کیاجاسکتاہے۔صادقین نے عموماً یہی وزن استعمال کیا ہے لیکن کہیں کہیں دو دیگر اوزان کا استعمال بھی دکھائی دیتا ہے، جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مرحوم رباعی جیسی مشکل صنف سخن کے اوزان سے لڑکپن کی پہلی نا پختہ بلوغت سے ہی واقف تھے۔ مرتب لکھتے ہیں : ''تیسری مجموعہ رباعیات صادقین خطاط کے نام سے چھپاجس میں ان رباعیات کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے ۔ اس کے علاوہ جزو بوسیدہ کے نام سے ایک کتابچہ نما مجموعہ بھی ہے جو ان کی اس شاعری پرمشتمل ہے جو انہوں نے ۸۴۹۱ سے پہلے یعنی امروہہ چھوڑنے سے قبل کی تھی ۔ اس وقت ان کی عمر کوئی اٹھارہ برس کی تھی۔

شب میری تھی شام میری دن تھا میرا
آیا ہوا خود مجھ پہ ہی جِن تھا میرا

کتنی ہی رباعات تھیں ، لکھ کر پھاڑیں
اٹھّارہ برس کا جبکہ سِن تھا میرا

)صفحہ ث(

)ب(

یہ نہیں کہ صادقین اپنے اس لاثانی کام کی غرض وغایت کے علاوہ اس کی قدرسے واقف نہیں تھے۔ یہ رباعی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شاعری کی روایات کے مطابق وہ مقطعٔ فخریہ کے محاسن کو بھی جانتے تھے۔اگر غالب خود کو بیدلؔ، میر تقی میرؔ اور فارسی شعرا کے ہم پلہ گردان سکتا ہے، تو صادقین کی اس رباعی پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے:

جب پایۂ تکمیل کو پہنچا کل شام
دل میں یہ کہا میں نے اٹھا کر اک جام
منسوب مرا ماہِ گذشتہ کا یہ کام
خّیامؔ کے، یاقوتؔ کے ، مانیؔ کے نام

تینوں  استادانِ و پیران طریقت کی تصویریں  جو Line Drawingمیں  کی گئی ہیں ، قابل دید ہیں ۔ ان میں  ایک کے عین سینے پر دل کی جگہ ایک محبوبہ کی تصویر ہے، دوسرے کے ہاتھ میں بطِ مے ہے اور تیسرے کے ہاتھ میں  جام ہے۔ (صفحہ ندارد (

اور نقاشی کے فن میں  مہارت کو ایک غیرتکمیل شدہ کام سمجھ کر جب وہ رباعیات لکھنے (کہنے؟) پر 'مائل بہ موئے قلم'ہوتے ہیں ، تو اس قسم کی رباعیات کا ایک منبع ہے جو پھوٹتا ہی چلا جاتا ہے۔

اک بار میں  ساحری بھی کر کے دیکھوں
کیا فرق ہے شاعری بھی کر کے دیکھوں
تصویروں  میں  اشعار کہے ہیں میں  نے
شعروں  میں  مصوری بھی کر کے دیکھوں

……

جو نقش تھے پامال بنائے میں  نے
پھر الجھے ہوئے بال بنائے میں  نے
تخلیق کے کرب کی جو کھینچی تصویر
تو اپنے خد و خال بنائے میں  نے

……

روٹھا جو جمال ہے منایا میں  نے
اک جشنِ وصال ہے منایا میں

اس عمرِ عزیز کا رباعی کہہ کر
چالیسواں  اک سال ہے منایا میں  نے

……

اک میرا خیال ہے ممکن ہے یہ ہو خام
یہ میری نظر میں  ہے رباعی کا مقام
اصنافِ سخن میں  نہ یہ تو یوں  ہے جیسے
پانی کے گھڑوں  کے آگے مے کا اک جام

……

جلوہ تو نہ تھا بلکہ سخن حائل تھا
ہاں  ، روح نہ تھی بلکہ بدن حائل تھا
لیلائے ہنر میں اور مجھ میں  تا مرگ
حائل تھا تو بس شیشۂ فن حائل تھا*

* "Sometimes the urge to create is so great that I consider even the medium, my colours, pens and brushes, to be a hindrance rather than an aid in my creative frenzy." (M.F. Hussain)

)ث(

صادقین کی رباعیات کی بے شمار خصوصیات میں سے کچھ حسب ذیل شامل ہیں :

۱ ۔ اضافتوں کا کم سے کم استعمال

۲۔ سادہ اور سلیس زبان جس ان کے وطنِ مالوف کے روز مرّۃ کے الفاظ بھی موتیوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں

۳ ۔ استعارہ سازی میں کلاسسیکی فارسی شاعری کی چاشنی کا کم کم ہونا ۔

۴۔ خطوط میں تصویر سازی عادتِ اوّل ہونے کی وجہ سے الفاظ میں تصویر سازی کا ایک عادت ثانیہ کی طرح ابھرنا۔

۵۔ کچھ مخصوص موضوعات جن میں ''ناگ پھنی'' (تھور) کا ایک استعارے کی طرح استعمال شامل ہے

۶۔ بے ساختہ اندازِ بیان جس میں مکالماتی مختصر ترین exclamatory expressions کا چلن ہے

۷۔ کہیں کہیں ''رن-آن لاین'' کا استعمال جو راقم الحروف نے رباعی میں پہلی بار دیکھا۔

)یہ فہرست اس لیے غیر مکمل ہے کہ اس مضمون کی طوالت اس بات کی حامل نہیں ہو سکتی کہ سب خصوصیات بمعہ رباعیات کے دے دی جائیں ۔(

)ج(

ناگ پھنی کے استعاراتی استعمال کے کچھ نادر نمونے ھسب ذیل ہیں :

گمنام لگن میں جو رہا کرتا ہوں
ماحول کی میں نبض چھوا کرتا ہوں
صحرا میں جو ہے ناگ پھنی کا کردار
اس شہر میں اس کو میں ادا کرتا ہوں

کیا کوہ ہے ، ہاں کوہ کنی سے پوچھو
نیزہ کسے کہتے ہیں انی سے پوچھو
جینا کہ ہے اک جہدِ مسلسل، یہ راز
صحرائوں میں تم ناگ پھنی سے پوچھو

ماحول مخالف ہو ، سبھی ہوں بے دین

موسم کے شدائد ہوں ، زمیں ہو سنگین
پھلواری ہیں ، حالات جو یہ ہوں اپنے
پھر ناگ پھنی بن کے ہیجیناآئین
بے ساختہ انداز بیان کے تصویر کشی کا ایک نمونہ دیکھیں :
کیا چاہتے مجھ کو ہو، مری جان! ہاں ہاں !
اس پر مرا یہ کہنا کہ ''جاناں ! ہاں ہاں ''!
اک لمحہٗ نازک تھا تو کی تھی میں نے
اس شوخ کی ہر بات پر ''ہاں ہاں !ہاں ہاں ''!
بول چال کے الفاظ کا ایک نمونہ جس میں معاصرین کی بے رخی کا شکوہ بھی ہے
خط کے اور رنگ کے پڑے ہیں پیچھے
مجھ مست و ملنگ کے پڑے ہیں پیچھے
کتنے ہی یہاں اہلِ قبا جھاڑ کے ہاتھ
مجھ ننگ دھڑنگ کے پڑے ہیں پیچھے

دیتے ہیں حسیں پھولوں کی ڈالی مجھ کو
اور اہل نظر کہتے ہیں عالی مجھ کو
اس شہر کا ہر ایک مقامی اخبار
لکھتا ہے مغلظات ،گالی مجھ کو

یہ نہیں کہ صادقین کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی شہرت کے دوام پر ہونے کے باوجود چھُٹ بھیّوں ، حاسدوں اورفنونِ لطیفہ کی قیمتوں اور قدروں کو نہ سمجھ سکنے والے نقادوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں ، وہ اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں :

بھنگی ٹولے میں اگنی مندر جیسے
نالی کے ہو سامنے سمندر جیسے
بستی کے' مصوروں ' میں ایسے بھی ہیں
ٹھیکیداروں میں ہو قلندر جیسے

مندر مسجد، کعبہ و بتخانہ، شیخ و برہمن تو کلاسیکی اردو شاعری کے جزو لاائیفک ہیں ، لیکن ان دو رباعیات میں یہ انداز نرالا ہے :

گھر تو نے جو پوچھا ہے کہاں ہے اُس کا
گھر۔نقشہ بناتا ہوں ، یہاں ہے اس کا
ہے اس کی گلی میں ایک مندر ، قاصد
مندر ہی کے سامنے مکاں ہے اس کا!

ؒاس رباعی میں ’’گھر۔نقشہ‘‘ ایک اختراح ہے، جسے جتنا سراہا جائے، کم ہے۔ House Plan یعنی گھر کا نقشہ۔ مخفف ’گھر ۔نقشہ:‘

ہندو ہوں ، یہ لوگوں کو بتا سکتا ہوں
مندر ترے کوچے میں ہے ، آ سکتا ہوں
کیوں آتا ہوں اس بات کے پردے کے لیے
پوجا کا بہانہ تو بنا سکتا ہوں

اب آخر میں صرف ایک رباعی ، بطور نمونہ از خروارے، جس میں رن آن لاین کا چلن بقدر احسن و خوبی آیا ہے:

مقتل میں بغاوت کا ترانہ میں نے
گایا ۔۔ تو پھر اک نعرہ لگایا میں نے

قاضی نے مری آخری خواہش پوچھی
تو خنجرِ جلّاد کو چوما میں نے

صادقین ایک ’آگاہ‘ آرٹسٹ تو تھے ہی، ایک ’آگاہ‘ شاعر بھی تھےمیری رائے میں کسی ایسے شاعر کو جسے اپنے فن کی وساطت سے ایک ’آگاہ‘ قاری یا ناظر تک پہنچنا ہو، یا تو صنف نظم ہی وہ پلیٹ فارم مہیّا کر سکتی ہے جس سے وہ اس پیغام کی ترسیل بہ احسن و خوبی کر سکتا ہے ، یا پھر رباعی کی صنف اسے مختصر ترین اور تیز دھار والی اس شیشے کی کرچی کی سی کاٹ دے سکتی ہے۔ صنف غزل اس کام کے لیے نا موزوں ہے، اسی لیے تو شاید صادقین نے اس ضخیم مجموعے کے آغاز میں درجنوں ایسی رباعیات کا اندرج کیا ہے جونہ صرف ان کے حسنِ انتخاب کی داد کا خواہاں ہے، بلکہ دیگر شعرا کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے جو غزل کے دو چار یا دس بارہ اشعار، نیمے دروں نیمے بروں استعاراتی پردے میں گھڑ کر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عصری صورت حال کا احوال نامہ بخوبی نظم کر لیا۔

/....../